

حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی مدظلہ

دوام حدیث تواتر اور حجیت

متکدین حدیثے انکار حدیثے کے لیے اسے بانٹے کا بھی سہارا
لیتے ہیں کہ حدیثے خبر آحاد سے ہم تک پہنچی ہے اسے
لیے قبول نہیں کیے جاسکتے اور قرآن تواتر سے پہنچا ہے اس
لیے حجت ہے

قرآن مجید بلحاظ ثبوت

قرآن کریم ثبوت کے لحاظ سے متواتر ہونے کی بنا پر اگرچہ یقینی ہے۔ مگر قرآن ثابت
ہونے کے لیے تو اترا لازمی امر نہیں یعنی نفس الامر میں اگرچہ قرآن متواتر ہے مگر کسی شخص کے نزدیک
کسی آیت یا سورہ کے قرآن ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ تواتر سے اس کو پہنچے۔ بلکہ
ایک مقبرہ جیسے بھی قرآن ثابت ہو جاتا ہے۔

جب جبرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے سنا اس وقت بھی وہ قرآن تھا اور جب جبرائیلؑ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا اس وقت بھی وہ قرآن تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے کاتب پر پڑھا اس وقت بھی قرآن تھا جب ایک شخص نے آپ سے سنا پھر آگے نقل
کیا اس وقت بھی قرآن ہی تھا۔ اس طرح اگر ایک اندھا شخص کسی اور نابینے سے قرآن یاد
کرے اور اس کے علاوہ کسی اور سے نہ سنے تو بھی وہ قرآن ہی ہوگا۔

پھر اگر کوئی شخص مصحف سے قرآن پڑھے اور قرآن میں کاتب کی غلطی سے پہنچنے کے
لیے کسی قاری پر اعتماد کر کے زبردستی شہود کو سمجھے اور پھر اس کو قرآن کریم شہادے

تو باوجود خبر واحد سے ثبوت ہونیکے پھر بھی یہ قرآن ہی رہے گا۔
پس معلوم ہوا کہ قرآن کے قرآن ہونے کے لیے تو اترا لازمی نہیں بلکہ خبر واحد سے
بھی قرآن ثابت ہو سکتا ہے اور قرآن کریم قرآن ہی رہتا ہے۔

حدیث بلحاظ ثبوت

حدیث کا اکثر حصہ جسے کادین سے تعلق ہے متواتر

متواتر کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم وہ ہے جو عمل سے متواتر ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب
تک ہر زمانے کے لوگ اس کثرت سے عمل کرتے ہیں کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہے
جیسے اذان، اقامت، پانچ نمازیں، ان کی رکعات اور ہر رکعت کی ترتیب پہلے قیام پھر
رکوع پھر قوم پھر دو سجدے۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھا (جلوس) قیام میں فائز
کا پڑھنا۔ رکوع اور سجدہ میں تسبیحات کا کہنا اور ہر رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل
ہوتے وقت اللہ اکبر کہنا مگر رکوع سے سر اٹھاتے وقت سمع اللہ لمن حمد پڑھنا
ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھنا۔ نماز کی ابتداء بحیر تحریم سے اور انتہا السلام علیکم سے
کرنایہ سب عملی تواتر سے ثابت ہیں نہ اس میں کسی قسم کا اختلاف ہے۔ سنی، شیعہ، غلجی، بریلوی
دیوبندی، اہل حدیث سب ان کے قائل اور ان پر عامل ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے
کہ امور مذکورہ کا تواتر قرآن کریم کے تواتر سے بھی بڑھ کر ہے تو حق بجانب ہوگا۔ کیونکہ قرآن
مجید کے ناقل، حافظ اور کاتب ہیں اور جن باتوں کا ذکر ہوا ہے ان کے ناقل نمازی ہیں نمازیوں
کی تعداد ہمیشہ حافظوں اور کاتبوں سے زیادہ رہی ہے۔

یہی حال زکوٰۃ کا ہے کہ چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ (۵۲ ۱/۲ تولہ) اور سونے
کا نصاب ساڑھے سات تولہ (۷ ۱/۲ تولہ) ہے اور دونوں سے چالیسواں حصہ نکالا جاتا ہے
شروع سے اس پر عمل چلا آرہا ہے۔ اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ ابتداءً تو حکومت
کے زیر سایہ یہ کام رہا۔ اس کا تواتر بھی قرآن کے تواتر سے زیادہ ہے۔

یہی حال حج کا ہے۔ اس میں احرام کی موجودہ کیفیت یعنی مرد سلعے ہوئے کپڑے نہ پہنے صرف دو چادریں پہنے۔ ایک کا ازار بنائے اور دوسری اوپر اوڑھے مگر سر نہ نکار کھے خوشبو نہ لگائے۔ میقات سے حج یا عمرہ کی نیت کے لیے کہتا ہوا بیت اللہ کو جائے۔ وہاں جا کر اگر عمر کرنا ہو تو بیت اللہ کا طواف حجرا سودے سے شروع کرے۔ دروازے کی طرف سے پھرتا ہوا سات چکر لگائے پھر صفا اور مردہ کے درمیان سات بار چکر لگائے پھر احرام کھول دے۔ یہ باتیں اس قسم کی ہیں کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ تواتر سے ثابت ہیں۔ ان کے ناقل اور ان پر عمل کرنے والے قرآن کے فعل کرنے والوں سے کہیں زیادہ ہیں۔

اس طرح وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور نکالنا۔ کان کا مسح کرنا عملی تواتر سے ثابت ہے۔

یز بہت سے خرید و فروخت کے مسئلے جن پر ائمہ کا اتفاق ہے۔ ان پر شروع سے امت عمل کرتی چلی آرہی ہے اور اب تک ان کا عمل اور اعتقاد دینی ہی ہے یہ سب متواتر ہیں۔

اسی طرح بہت سے اخلاقی مسائل عملی تواتر سے ثابت ہیں۔ ملاقات کے وقت سلام ادا کبھی کبھی مصافحہ کرنا۔ جمعہ کے دن غسل کرنا۔ میت کو قبلہ رو دفن کرنا۔ عید میضے میں باہر جا کر دو رکعتیں پڑھنا۔ یہ سب کام عملی تواتر سے ثابت ہیں۔

نکاح میں ایجاب، قبول کرنا، ولی کا ہونا۔ کم از کم دو گواہوں کا ہونا یہ سب باتیں تواتر سے چلی آرہی ہیں۔

دوسرے قسم کی وہ باتیں ہیں جو روایت سے متواتر ہیں۔ آگے اس کی پھر دہائی ہیں ایک تو لفظوں میں متواتر اور دوسری معنی میں متواتر۔ جو حدیثیں لفظوں میں متواتر ہیں ان میں اگر راویوں کے صفات کا لحاظ نہ رکھا جائے بلکہ صرف گنتی کو دیکھ کر تواتر کا حکم لگایا جائے تو اس کی مثال کم ہے اور اگر صرف گنتی کو نہ دیکھا جائے بلکہ راویوں کی صفات کو ملحوظ رکھ کر حکم لگایا جائے تو اس صورت میں متواتر حدیثوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ جیسے حافظ ابن حجر نے شرح نخبۃ الفکر میں اس کی تصریح کی ہے اور فتح الباری میں اس کی مثالیں دی ہیں۔

جو حدیثیں معنی میں متواتر ہیں۔ ان کی مثالیں طہارت، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، نکاح، خرید و فروخت اور غرضات، ان مسائل میں جو اتفاقی ہیں بہت پائی جاتی ہیں۔ یہ سب حدیثیں یقینی ہیں۔ ان کے بعد ان احادیث کا درجہ ہے جو مستفیض ہیں مستفیض سے مراد وہ حدیثیں ہیں جن کو کم از کم تین صحابہ نے روایت کیا ہو۔ ان کے بعد ہر قرن کے راوی بڑھتے گئے ہوں۔ یہاں تک کہ مستفیض کو اپنی اپنی کتابوں میں درج کر دیا۔ ایسی حدیثیں کثرت کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ فقہ کے اصلی مسائل کی بنیاد انہی پر ہے۔

ان کے بعد ان حدیثوں کا درجہ ہے جن کو محدثین نے صحیح یا حسن کہا ہے۔

پھر وہ حدیثیں ہیں جن میں اختلاف ہے۔ ان غیر متواتر روایتوں میں جن پر اجماع یا جن کی صحت پر اجماع ہے، وہ حدیثیں بھی یقینی ہیں۔

قرآن مجید بلحاظ دلالت

قرآن مجید کو اگر تعامل اور روایت کے بغیر صرف لغت و قواعد سے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو بعض وقت اس کی ظنی یا دہمی دلالت پر عمل کرنا پڑے گا یا ایسی چیز کا قائل ہونا پڑے گا جو اجماع کے خلاف ہونے کے باوجود ظاہر عقل کے بھی خلاف ہے۔ اس کی مثال سنئے:

پہلے مثال:

قرآن مجید نے محرمات کی فہرست میں پہلا نمبر ”امہات“ کا رکھا ہے۔ امہات ام کی جمع ہے۔ ام لغت میں والدہ کو کہتے ہیں اور مجازاً نانی، دادی اور ادا پر کے سلسلہ کی سب عورتوں کو کہہ دیتے ہیں اور عموم مجاز کی صورت میں والدہ، نانی اور دادی وغیرہ سب کو کہتے ہیں۔

اب اگر لغت سے ہی تفسیر کی جائے تو باوجود تفسیر کے ظنی ہونے کے دادی اور نانی ملال ٹھہریں گی اور اگر مجازی معنی یا عموم مجاز لے کر سب کو سب کو شامل کر لیا جائے تو امہات کی دلالت ان پر ظنی بلکہ وہی ہوگی کیونکہ بدوں قرینہ مجازی معنی مراد لینا منع ہوتا ہے۔

دوسری مثال :

لَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ ۖ اَلَا بِهٖ (نسار) ترجمہ : اپنے باپ کی منکوحات سے نکاح نہ کرو۔ اس آیت میں لفظ ”آباء“ ہے جو ”آب“ کی جمع ہے۔ ”آب“ لغت میں حقیقتاً والد کو کہتے ہیں اور مجازاً دادا اور نانا کو بھی کہتے ہیں اور عموم مجاز کے اعتبار سے والد اور دادا اور نانا سب کو کہتے ہیں۔

یہاں لغت کا ایک اور قاعدہ بھی ہے کہ جب جمع کی نسبت جمع کی طرف ہو تو اس وقت پہلی جمع سے ایک ایک فرد کی نسبت دوسری جمع کے ایک ایک فرد کی طرف ہوتی ہے۔ پس اس قاعدہ کے لحاظ سے بھی ”آباءکم“ جو دو جمع ہیں۔ ایک آباء (باپ) دوسری کم (تم) ان سے ہر ایک مخاطب کا ایک ایک باپ بھی مراد ہو سکتا ہے مگر امت کا اجماع ہے کہ یہاں آباء والد۔ دادا اور نانا سب کو شامل ہے۔ پس اگر حدیث اور تعامل کو چھوڑ کر قرآن کی تفسیر میں قواعد اور لغت سے کی جائے تو پھر یا دادا اور نانا کی منکوحہ کو حلال کہنا پڑے گا یا دلالت ظنی بلکہ وہی پر عمل کرنا پڑے گا۔

تیسری مثال :

حُرْمَتُ عَلَیْکُمْ اَمْهَاتُکُمْ وَبَنَاتُکُمْ ۖ اَلَا بِهٖ تَمْرُطُہَارِی مائیں اور لڑکیاں حرام کر دی گئی ہیں۔ یہاں بنات سے بحث ہے۔ بنات جمع ہے بنت کی۔ بنت کا حقیقی معنی لڑکی اور مجازی معنی کے اعتبار سے پوتی۔ نو اسی کو بھی کہہ دیتے ہیں اور عموم مجاز کی صورت میں دونوں پر اطلاق ہو سکتا ہے اور اگر تعامل و سنت سے اس کا مطلب سمجھا جائے تو اس آیت سے لڑکیوں۔ پوتیوں اور نو اسیوں سب کے ساتھ نکاح کی حرمت ثابت ہوگی۔ اگر محض لغت قواعد سے اس کا مطلب لیا جائے تو یا پھر پوتیوں اور نو اسیوں سے نکاح کرنا حلال ماننا پڑے گا یا قرآن کی ظنی دلالت بلکہ وہی پر عمل کرنا پڑے گا۔

پس معلوم ہوا کہ قرآن مجید سے بغیر روایت کے ہر جگہ تعین حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ ظن یا دھم حاصل ہوتا ہے۔

چوتھے مثال :

(عمائم) تمہاری پھوپھیاں (تم پر حرام کی گئی ہیں) عمت جمع ہے عہ کی۔ عہ لغت میں پھوپھی کو کہتے ہیں۔ مجازاً باپ۔ دادا اور نانا کی پھوپھی کو بھی کہہ دیتے ہیں اور عموم مجاز کے اعتبار سے سب پر اطلاق ہوتا ہے۔ یعنی اپنی پھوپھی اور سب اصول کی پھوپھیوں کو شامل ہے۔ اسی پر تعامل ہے مگر محض لغت کی مدد سے صرف اپنی پھوپھی حرام ٹھہرے گی اور باقی کے متعلق دلالت ظنی بلکہ دہمی پر اکتفا کرنا پڑے گا۔

پھر طرفہ یہ ہے کہ لغت کی طرف رجوع کرنے سے جو معنی متعین ہو گا وہ بھی ظنی ہو گا۔ کیونکہ لغت کا بہت سا حصہ اسمی اور خلیل وغیرہ نے اشعار و امثال عرب سے لیا ہے اور یہ سب اخبار آحاد سے منقول ہیں اور معانی کی تعین میں بعض جگہ قیاس سے بھی کام لیا ہے اور یہ امور ظنی ہیں۔

پانچویں مثال :

(خالاتکم) تمہاری خالاتیں تم پر حرام ہیں۔ خالات جمع ہے خالہ کی۔ خالہ لغت میں والدہ کی ہمشیرہ کو کہتے ہیں یہ حقیقی معنی ہیں اور مجازاً والدہ۔ والد۔ دادا۔ دادی۔ نانی کی خالاتوں کو بھی خالہ کہتے ہیں اور عموم مجاز کے لحاظ سے سب پر اطلاق ہوتا ہے اور تعامل و روایت سے اسی کو صحیح سمجھا گیا ہے۔ اگر تعامل سے قطع نظر کر کے صرف قواعد اور لغت کی مدد سے قرآن کی تفسیر کی جائے تو باطنی معنی بلکہ دہمی مراد لینے پڑیں گے یا صرف اپنی خالہ کو حرام کہنا پڑے گا اور باقی کو حلال۔

چھٹے مثال :

(و بنات الاخ) بھائی کی لڑکیاں تم پر حرام کی گئی ہیں۔ اور اس کی توضیح پہلے گزر چکی ہے۔